جزیہ

منور حسین چیمہ، لیکچرار گورنمنٹ کالج، گوجرانوالہ

لغوی معنی:

جزیہ عربی زبان کا لفظ ہے اس کا مادہ ج ز ی ہے مفسرین فقہاء اور ائمہ لغت نے جزیہ کے معنی خراج کے لکھے ہیں۔

ابن جریرؒ طبری اپنی تفسیر "جامع البیان عن تاویل أی القرآن" میں لکھتے ہیں:

حتّٰی یعطوا الخراج عن رقابھم[1]

"یہاں تک کہ وہ اپنی گردنوں کی طرف سے خراج دیں"

امام ابوبکر محمد بن عزیز سجستانیؒ اپنی تصنیف غریب القرآن (عرف نزہۃ القلوب) میں لکھتے ہیں:

الجزیۃ، الخراج المجعول علی راس الذمّی[2]

"جزیہ وہ خراج ہے جو ذمی کی ذات پر لگایا جاتا ہے"

امام ابویوسفؒ "کتاب الخراج" میں فرماتے ہیں:

والجزیۃ بمنزلۃ مال الخراج[3]

"جزیہ کی حیثیت خراج کے مال کی ہے"

علامہ سرخسیؒ اپنی کتاب "مبسوط" میں لکھتے ہیں:

وضع خراج علی رؤوس الرجال[4]

"آدمیوں پر فی راس خراج لگانا (جزیہ) ہے"

علامہ جمال الدینؒ محمد بن مکرم بن منظور نے "لسان العرب" میں لکھا ہے:

والجزية خراج الارض والجمع جزى وجزى ؎۵

"جزیہ زمین کے خراج کو کہتے ہیں جزیٰ اور جزی اس کی جمع ہے"

اصطلاحی معنیٰ

جزیہ کے لغوی معنیٰ سے ہی اس کا اصطلاحی مفہوم اخذ کیا جا سکتا ہے لغت میں جزیہ کے معنیٰ خراج کے ہیں۔ اگر یہ خراج سلطنت اسلام میں غیر مسلم رعایا سے بحساب فی کس سالانہ وصول کیا جائے تو یہ شرعی اور اصطلاحی لحاظ سے جزیہ ہوگا۔ جزیہ کی دو قسمیں ہیں ایک بذریعہ صلح، اس کی مقدار وہی ہوگی جو صلح نامہ میں طے پائی۔ دوسری قسم یہ ہے کہ اسلامی فوج کافروں پر غالب آکر ان کو ذمی بنالے۔

جزیہ اور قرآن

اہل کتاب سے جزیہ لینے کا حکم سورۃ توبہ میں دیا گیا ہے:

قَاتِلُوا الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَلَا بِالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَلَا يُحَرِّمُوْنَ مَا حَرَّمَ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ وَلَا يَدِيْنُوْنَ دِيْنَ الْحَقِّ مِنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ حَتّٰى يُعْطُوا الْجِزْيَةَ عَنْ يَّدٍ وَّهُمْ صٰغِرُوْنَ ؎۶

"اہل کتاب میں سے جو لوگ اللہ پر ایمان نہیں لاتے نہ روز آخر پر، اور نہ وہ اللہ و رسول کی حرام قرار دی ہوئی چیزوں کو حرام قرار دیتے ہیں نہ ہی وہ دین حق کے تابع ہوتے ہیں۔ ان سے اس وقت تک جنگ جاری رکھو تا آنکہ وہ ماتحتی قبول کرتے ہوئے خود آکر جزیہ دیں۔

امام ابو عبیدؒ نے "کتاب الاموال" میں اس آیت کی تفسیر میں لکھا ہے:

ترجمہ: "عن ید" کی تفسیر میں بعض کا خیال ہے کہ اس سے مراد ہے "نقد ادا کرنا" اور بعض کا خیال ہے کہ "جزیہ دینے کے لیے خود چلتے ہوئے آنا" اور بعض نے کہا ہے کہ اس کے معنیٰ ہیں "جزیہ اس طرح دینا کہ خود وہ (ذمی) تو کھڑا ہو اور جو (مسلمان) اس سے جزیہ وصول کر رہا ہو وہ بیٹھا ہو ؎۷

جزیہ کی شرحیں

امام شافعیؒ کے نزدیک ہر بالغ پر ایک دینار یا اس کے مساوی رقم ہوگی اور اس میں امیر و غریب برابر ہوں گے ؎۸۔ انہوں نے غالباً

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے عمل سے استشہاد کیا ہے۔ آپؐ نے فی آدمی ایک دینار کے حساب سے یکسانیّت کے اصول پر جزیہ عائد کیا تھا[۹]۔ مالکی فقہاء کہتے ہیں کہ سونا رکھنے والوں پہ چار دینار اور چاندی رکھنے والوں پہ چالیس درہم جزیہ مقرر کیا جائے گا[۱۰]۔

امام ابو یوسفؒ "کتاب الخراج" میں جزیہ کی شرح بیان کرتے ہوئے اہل ذمّہ کے تین طبقات کا ذکر کرتے ہیں:

(ا) خوشحال لوگوں پر ۴۸ درہم۔

(ب) متوسط طبقہ پہ ۲۴ درہم۔

(ج) غریب کاشتکاروں اور محنت کاروں پر بارہ درہم[۱۱]۔

امام ابو یوسفؒ نے اس ضمن میں حضرت عمرؓ کی پیروی کی ہے۔ انھوں نے اپنے دور میں اہل ذمّہ کو ان کے مالی مقام و مرتبہ کے مطابق تین قسموں میں تقسیم کیا تھا:

(ا) امیر۔ (ب) متوسط (ج) نادار لوگ، اور اسی شرح کے مطابق جو امام ابو یوسفؒ نے تجویز کی ہے، جزیہ عائد کیا تھا[۱۲]۔

امام ابو یوسفؒ نے اپنے دور کے حالات کو مدّنظر رکھتے ہوئے تاجروں، صنعتکاروں، صرافوں، زمینداروں، طبیبوں کو مالدار طبقہ میں شمار کیا ہے اور دستکاری کا کام کرنے والے مثلاً درزیوں، رنگریزوں، موچیوں اور قصابوں کو غریب طبقہ میں شمار کیا ہے[۱۳]۔

امام ابو یوسفؒ نے متوسط طبقہ کے بارے میں کوئی تفصیل نہیں دی۔

جزیہ میں لیجانے والی اشیاء

امام ابو یوسفؒ کے نزدیک جزیہ میں نقدی کے علاوہ سامان یا جانور وغیرہ کو بھی ان کی قیمت کے حساب سے لیا جا سکتا ہے۔ البتہ ان لوگوں سے مردار یا سور یا شراب نہیں لی جائے گی۔ ان اشیاء کے مالکوں کو کہا جائے گا کہ وہ خود انہیں فروخت کریں اور نقدی کی صورت میں ادائیگی کریں[۱۴]۔

امام ابو عبیدؒ کے نزدیک ان اشیاء کی حرمت کی طرح ان کی قیمت بھی ناپسندیدہ اور ناروا ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے: "بلاشبہ اللہ تعالیٰ جب کسی چیز کو حرام قرار دیتا ہے تو اس کی قیمت بھی حرام ہو جاتی ہے"[۱۵]

جزیہ سے مستثنیٰ افراد

امام ابو یوسفؒ کہتے ہیں کہ یہودی، عیسائی، مجوسی، صابی اور سامری لوگوں پر جزیہ واجب ہوگا[۱۶] البتہ درج ذیل قسم کے افراد جزیہ سے مستثنیٰ ہوں گے۔

(ا) عورتیں اور بچے۔

(ب) وہ مسکین جس کو خیرات دی جاتی ہو۔

(ج) وہ اندھا جس کا نہ کوئی پیشہ ہو نہ وہ کوئی کام کرتا ہو۔

(د) وہ معذور ذمی جو غریب و نادار ہو۔

(ر) وہ مسکین راہب جو خانقاہوں میں رہتے ہوں اور ان کے ہم مذہب ان کو خیرات دیتے ہوں۔

(ز) فاتر العقل ذمی[۱۷]

مرتد اور عرب کے بت پرستوں پر بھی جزیہ نہیں ہوگا[۱۸]

جزیہ کب واجب ہوتا ہے

امام شافعیؒ اور امام احمد بن حنبل کی رائے یہ ہے کہ جزیہ سال کے آخر میں واجب الادا ہوتا ہے اور اس سے قبل اس کا مطالبہ نہیں کیا جا سکتا۔ امام ابو حنیفہؒ کی رائے یہ ہے کہ یہ سال کے شروع میں واجب الادا ہوتا ہے[۱۹]

مسلمان سے جزیہ

اگر کوئی شخص اسلام قبول کرے تو جزیہ اس سے ساقط ہو جائے گا خواہ وہ سال کے وسط میں یا اس کے بعد داخل اسلام ہوا ہو۔ خواہ اس کے ذمہ کئی سال کا جزیہ ہو یہ مدینہ اور عراق کے اکثر فقہاء کی رائے ہے[۲۰] امام ابو عبیدؒ القاسم بن سلام بھی یہی رائے رکھتے ہیں[۲۱]

لیکن امام ابو یوسفؒ کا نظریہ یہ ہے کہ:

اگر ایک سال گزر جاتا ہے تو اس صورت میں اس سے اس سال کا جزیہ لیا جا سکتا ہے۔

کیونکہ یہ مسلمانوں کے لیے خراج بن گیا ہے[۲۲] تاہم اگر وہ سال پورا ہونے سے مہینہ، دو مہینہ، ایک دن، دو دن یا اس سے کچھ کم یا زیادہ عرصہ پہلے بھی مسلمان ہو چکا ہو تو اس سے جزیہ کا مطالبہ نہیں کیا جا سکتا کیونکہ وہ سال پورا ہونے سے پہلے ہی مسلمان ہو چکا تھا[۲۳]

زکوٰۃ اور جزیہ میں فرق

(۱) زکوٰۃ ایک مذہبی فریضہ ہے جسے عبادت سمجھ کر ادا کیا جاتا ہے جبکہ جزیہ کی حیثیت محض سیاسی ہے جس پر ان کے عقیدہ کے مطابق اخروی ثواب مرتب نہیں ہوتا۔

(۲) زکوٰۃ معاف نہیں ہو سکتی لیکن جزیہ معاف ہو سکتا ہے اگر کسی ذمی پر کئی سال کا جزیہ باقی رہتا ہو تو اس کا مطالبہ نہیں کیا جائے گا جس سال حاکم مطالبہ کرے گا اسی سال کا جزیہ ادا کرنا ہوگا اس کی وجہ یہ ہے کہ فقہاء جزیہ کو قرض نہیں سمجھتے بلکہ عطیہ اور صلہ قرار دیتے ہیں۔ امام ابو یوسف کے الفاظ ہیں۔

لأن ذلك ليس بدين عليه[۲۴] "اس لیے یہ اس پر قرض نہیں"

(۳) زکوٰۃ میں تخفیف نہیں ہو سکتی لیکن جزیہ میں کمی کی جا سکتی ہے۔ چنانچہ نجران کے وہ عیسائی جو عراق چلے گئے تھے انھوں نے حضرت عثمانؓ کے زمانہ خلافت میں تخفیف جزیہ کی درخواست کی تو امیر المؤمنین نے ولید بن عقبہ حاکم عراق کے نام ایک فرمان بھیجا جس میں یہ الفاظ بھی تھے۔

وإني قد خففت عنهم ثلاثين حلة من جزيتهم[۲۵]

"میں نے ان کے جزیہ میں سے تیس جوڑوں کی تخفیف کر دی ہے"

یحییٰ بن آدم القرشی نے اپنی تصنیف کتاب الخراج میں لکھا ہے کہ حسن کا قول تھا کہ جن لوگوں پر حضرت عمرؓ نے ۴۸، ۲۴، ۱۲ کی شرح سے جزیہ مقرر کیا تھا ان پر اس سے زیادہ نہیں مقرر ہونا چاہیے۔ اور ان میں سے جو ادا نہ کر سکتا ہو اس کے جزیہ میں تخفیف کر دی جائے کیونکہ حضرت عمرؓ یہ بھی فرماتے تھے کہ ان کو طاقت سے زیادہ تکلیف نہ دی جائے[۲۶]

(۴) مسلمانوں میں جو صاحب نصاب ہو وہ زکوٰۃ سے مستثنیٰ نہیں ہو سکتا لیکن غیر مسلم خدمات کے صلہ میں نقد رقم جزیہ سے مستثنیٰ ہو سکتے ہیں۔

(۵) اگر کوئی اسلامی ملک دشمن کے نرغہ میں ہو تو مسلم رعایا کا محصول (زکوٰۃ) واپس نہیں

کیا جاتا لیکن غیر مسلم رعایا کا جزیہ واپس کر دیا جاتا ہے۔ چنانچہ حضرت ابو عبیدہ نے شام کے تمام عمال سے نہ صرف جزیہ بلکہ خراج تک واپس کرا دیا تھا[۲۷]

(۶) زکوٰۃ مسلمان عورتوں، بوڑھوں بلکہ یتیم بچوں سے بھی وصول کی جاتی ہے لیکن جزیہ غیر مسلم بچوں، عورتوں اور بوڑھوں سے نہیں لیا جاتا۔

(۷) نقدی اور سامان زیادہ ہونے سے زکوٰۃ کی رقم بڑھتی جاتی ہے لیکن جزیہ بڑے سے بڑے امیر شخص کو بھی ۴۸ درہم سالانہ سے زیادہ ادا نہیں کرنا پڑتا۔ اس سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ ایک اسلامی ریاست میں مسلمان اور غیر مسلم پر محصول کا بوجھ کس تناسب سے پڑتا ہے۔

(۸) زکوٰۃ کی شرح متعین ہے لیکن جزیہ کی شرح متعین نہیں۔ اسی لیے فقہاء نے اس میں اختلاف کیا ہے۔

مرنے والے ذمّی پر واجب الادا جزیہ

اگر جزیہ ادا کرنے والا سال کے وسط میں فوت ہو جاتا ہے تو اس سے کچھ بھی نہیں لیا جائے گا لیکن اگر وہ سال کے آخر میں فوت ہوتا ہے تو اس صورت میں امام شافعیؒ کے مطابق اس کے وارثوں سے لیا جائے گا[۲۸] لیکن امام ابو یوسفؒ کی رائے یہ ہے کہ اس کے وارثوں سے اس رقم کا مطالبہ نہیں کیا جائے گا نہ اس کے ترکہ میں سے یہ رقم وصول کی جا سکے گی کیونکہ اس کی نوعیت اس فرد کے ذمّہ قرض کی نہیں[۲۹]

جزیہ میں تخفیف اور کمی

امام ابو عبیدؒ کی رائے یہ ہے کہ امام کو اختیار حاصل ہے وہ جزیہ کی شرح میں کمی کر دے یا ذمی کی عدم استطاعت کو مدنظر رکھتے ہوئے معاف کر دے[۳۰] امام ابو یوسفؒ نے کتاب الخراج میں ایک بوڑھے ذمّی کا واقعہ نقل کیا ہے۔

ترجمہ: "حضرت عمرؓ بن خطاب کا گذر کسی کے دروازے کے سامنے سے ہوا جہاں ایک سائل بھیک مانگ رہا تھا یہ ایک بوڑھا آدمی تھا جس کی بصارت زائل ہو چکی تھی۔ آپ نے پیچھے سے اس کے بدن کو ٹھونکا اور پوچھا تم کس مذہب کے اہل کتاب ہو؟ اس نے جواب دیا کہ میں یہودی ہوں۔ آپ نے پوچھا کس چیز

نے تمہیں ایسا کرنے پر مجبور کیا؟ اس نے جواب دیا میں بڑھاپے، حاجت مندی اور جزیہ کے باعث بھیک مانگ رہا ہوں۔

راوی کہتا ہے کہ عمرؓ اس کا ہاتھ پکڑ کر اپنے گھر لے گئے اور گھر میں سے لا کر اسے کچھ دیا۔ پھر آپ نے بیت المال کے خازن کو بلایا اور اس کا اور اس جیسے دوسرے افراد کا خیال رکھو کیونکہ یہ بات انصاف سے بعید ہے کہ ان کی جوانی میں ہم ان سے جزیہ وصول کر کے کھائیں اور بڑھاپا آئے تو انہیں بے سہارا چھوڑ دیں۔ چنانچہ آپؓ نے اس آدمی اور اس جیسے دوسرے افراد کا جزیہ ساقط کر دیا[۳۱]

وصولی کا طریقہ کار

امام ابو یوسفؒ تحصیل جزیہ کے لیے ٹھیکہ کے نظام کو پسند نہیں کرتے کیونکہ اس طرح ان کے نزدیک جزیہ کی آمدنی میں کمی واقع ہوتی ہے وہ کہتے ہیں کہ ایسا بھی ممکن ہے کہ ٹھیکہ لینے والا اپنی زمینداری میں کام کرنے والے ذمی افراد سے فی کس ۱۲ درہم سے کم وصول کرے حالانکہ اس سے کم جزیہ لینا کسی طرح جائز نہیں ہو سکتا ہے کہ ان ذمیوں میں ایسے خوشحال افراد بھی ہوں جن سے ۴۸ درہم وصول کیا جانا چاہیے تھا[۳۲]

وہ یہ تجویز دیتے ہیں کہ ہر شہر کے جزیہ کی تحصیل امام وہاں کے کسی نیک، دین دار، امانتدار اور معتمد علیہ فرد کے سپرد کر دے اور اس کے لیے چند معاون مقرر کر دے یہ لوگ ہر مذہب کے ذمیوں کو اس ذمہ دار فرد کے یہاں جمع کریں اور وہ مختلف طبقات سے مجوّزہ شرحوں کے مطابق جزیہ لے[۳۳]

وہ کہتے ہیں کہ اگر کوئی ذمی جزیہ ادا نہیں کرتا تو اس کو اس وقت تک قید میں رکھنا چاہیے جب تک کہ اس سے جزیہ کی رقم وصول نہ ہو جائے۔ جزیہ کی خاطر کسی ذمی کو مارنا دھوپ میں کھڑا کرنا، جسمانی تکلیف پہنچانا کسی طرح بھی جائز نہیں ہے[۳۴]

امام ابو یوسفؒ نے کتاب الخراج میں حضرت عمرؓ کے سفر شام سے واپسی کا واقعہ تحریر کیا ہے۔ انہوں نے دیکھا کہ کچھ لوگوں کو دھوپ میں کھڑا کیا گیا ہے اور ان کے سروں پر تیل ڈالا جا رہا ہے۔ آپؓ نے سبب پوچھا تو بتایا گیا کہ یہ لوگ استطاعت نہ ہونے کی بنا پر جزیہ

ادا نہیں کرتے۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا:

فدعوهم - لا تكلفوهم ما لا يطيقون، فانّي سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول "لا تعذبوا الناس فانّ الّذين يعذبون الناس في الدنيا يعذبهم الله يوم القيامة"[۳۵]

"پس ان لوگوں کو چھوڑ دو اور ان پر ان کی برداشت سے زیادہ بوجھ نہ ڈالو کیونکہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ "لوگوں کو عذاب نہ دو کیونکہ جو لوگ دنیا میں انسانوں کو عذاب دیتے ہیں ان کو قیامت کے دن اللہ عذاب دے گا"۔

جزیہ کے مصارف اسلام میں جزیہ کے مصارف کو مختلف مدوں میں اس طرح تقسیم کیا گیا ہے کہ عوام کو ہر مد کے مصارف سے زیادہ سے زیادہ فائدہ حاصل ہو۔

(۱) مصارف عامہ کی سب سے پہلی اور ضروری مد فوجی انتظام ہے اور یہ اسی جزیہ کی رقم سے ہوتا تھا۔ امام ابو یوسفؒ نے حضرت عمرؓ کا یہ قول نقل کیا ہے۔

وأضع عليهم فيها الخراج، وفي رقابهم الجزية يؤدونها فتكون فيئًا للمسلمين: المقاتلة والذرية ولمن يأتي من بعدهم[۳۶]

"اور اس کے کاشتکاروں پر خراج عائد کر دوں اور ان پر فی کس جزیہ مقرر کر دوں جسے وہ ادا کرتے رہیں۔ اس طرح یہ جزیہ اور خراج مسلمانوں کے لیے (ایک مستقل) فیئے کا کام کرے گا جس (کی آمدنی) میں فوجی، کم سن افراد اور آنے والی نسلیں حصہ دار ہوں گی"۔

(۲) ایک مد تحصیل کے اخراجات کی تھی، اس سے عمال کو تنخواہ ملتی تھی مصنف کنز الدقائق اور صاحب درمختار نے اس کی تصریح کی ہے۔

(۳) مسلمانوں کے علاوہ خود ذمیوں کے ایسے افراد کو جو قابل امداد ہوتے تھے۔ اسی سے

مدد دی جاتی تھی۔ حضرت خالدؓ بن ولید نے حیرہ والوں کو جو فرمان عطا کیا اس میں یہ الفاظ درج تھے۔

أیما شیخ ضعف عن العمل أو اصابته آفة منه الآفات أو کان غنیًا فافتقر وصار أهل دینه یتصدقون علیه طرحت جزیته وعیل من بیت مال المسلمین وعیاله ما أقام بدار الهجرة ودار الإسلام[۲۷]

"ایسا بوڑھا آدمی جو کام سے معذور ہو جائے یا اس پر کوئی مرض یا مصیبت آجائے، یا جو پہلے مالدار رہا ہو اور پھر ایسا غریب ہو جائے کہ اس کے ہم مذہب اسے خیرات دینے لگیں تو اس کے سر سے جزیہ ساقط کر دیا جائے اور جب تک وہ دار الہجرت اور دار الاسلام میں رہے گا اس کے اور اس کے اہل و عیال کے مصارف مسلمانوں کے بیت المال سے پورے کئے جائیں۔"

غیر مسلموں کے اعتراضات اور ان کا جائزہ

جزیہ پر غیر مسلم اعتراض کرتے ہیں کہ یہ صرف غیر مسلموں سے لیا جاتا ہے، مسلمانوں سے وصول نہیں کیا جاتا۔ ایک مملکت کا شہری ہونے کی حیثیت سے دونوں کے ساتھ مساوی سلوک ہونا چاہیے۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ غیر مسلموں کو مالی مشکلات میں مبتلا کرنے کے لیے ان پر جزیہ عائد کیا جاتا ہے کبھی یہ کہا جاتا ہے کہ جزیہ کا اصل مقصد غیر مسلموں پر مالی تاوان لگا کر مجبور کرنا ہے کہ وہ اپنا مذہب چھوڑ کر اسلام قبول کرلیں۔

ان اعتراضات پر یہاں تفصیل سے بحث کرنے کی ضرورت نہیں کیونکہ پچھلے صفحات میں ہم نے درج ذیل عنوانات کے تحت جو بحث کی ہے وہی اصل حقیقت واضح کر دیتی ہے۔

(الف) جزیہ کی شرحیں۔ (ب) جزیہ سے مستثنیٰ افراد۔ (ج) زکوٰۃ اور جزیہ میں فرق۔

جہاں تک اس اعتراض کا تعلق ہے کہ جزیہ اشاعت اسلام کا ذریعہ تھا۔ اس کا جواب شبلی نعمانی نے دلچسپ انداز میں دیا ہے۔ لکھتے ہیں۔

"ایسا ملک کا ٹیکس جس کی تعداد اس قدر قلیل تھی۔ کیا دنیا میں ایک شخص نے بھی اس

سے بچنے کے لیے اپنا مذہب چھوڑا ہوگا؟ کیا کسی نے اپنے مذہب کو ایسے ہلکے ٹیکس سے بھی کم قیمت سمجھا ہوگا؟ اگر کسی نے ایسا سمجھا تو ہم کو اس کے مذہب کے ضائع ہونے کا رنج بھی نہیں ہونا چاہیے[۳۸]"۔

جزیہ کی اصل وجہ

حقیقت یہ ہے کہ اسلامی ریاست بلا امتیاز مذہب، ہر شہری کی جان مال، عزت و آبرو کی محافظ ہے۔ اس لیے ایک محبِّ وطن شہری کا فرض ہے کہ وہ بیت المال میں اپنا حصّہ داخل کرے تاکہ اسلامی مملکت بیرونی دشمنوں سے اپنی سرحدوں کی حفاظت کر سکے۔ چنانچہ ذمّی رعایا اپنی حفاظت کے عوض جو رقم بیت المال میں جمع کراتی ہے اس کا نام جزیہ ہے۔

اسلامی ریاست ذمیّوں کو اس بات پر مجبور نہیں کرتی کہ وہ ریاست کے دفاع کیلیے مسلمانوں کے شانہ بشانہ اپنے ہم مذہب لوگوں کے ساتھ لڑے۔ یہ ٹیکس صرف فوجی خدمات کے عوض لگایا جاتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جزیہ صرف بالغ مردوں پر عائد کیا گیا ہے جو لڑائی لڑ سکتے ہیں۔ عورتوں، بچوں، بیماروں اور معذوروں کو اس سے مستثنیٰ کر دیا گیا ہے۔ ائمہ اربعہ اس بات پر متفق ہیں کہ جو ذمی جنگ کرنے کے قابل نہیں اس پر کوئی جزیہ نہیں ہے[۳۹]۔

جب ذمیوں کو ریاست کے دفاع کے لیے مجبور نہیں کیا جا سکتا تو ان سے یہ توقع تو ممکن ہے کہ وہ اپنی حفاظت کے ضمن میں ٹیکس ادا کریں۔ ہم یہاں کتب تاریخ سے چند صلح نامے نقل کرتے ہیں جن سے جزیہ کی اصل حیثیت واضح ہو جائے گی۔

(۱) ریاست حیرہ کے امیر کے نمائندہ صلوبا بن نسطونا سے حضرت خالد بن ولید نے صلح کا جو معاہدہ کیا اس کی عبارت یہ تھی۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ: كتاب من خالد بن الوليد لصلوبا بن نسطونا وقومه انى عاهدتكم على الجزية والمنعة فان منعناكم فلنا الجزية والا فلا، حتّى نمنعكم[۴۰]

"بسم اللہ الرحمٰن الرحیم! یہ مکتوب ہے خالد بن الولید کی طرف سے صلوبا بن نسطونا اور اس کی قوم کے نام۔ میں تم سے معاہدہ کرتا ہوں جزیہ اور منع پر (یعنی تم جزیہ

ادا کرو گے اور ہم دشمنوں سے تمہاری حفاظت اور دفاع کریں) اگر ہم تمہارا دفاع کریں تو ہم جزیہ لینے کے حقدار ہیں اور اگر ہم تمہارا دفاع نہ کریں تو ہمیں جزیہ لینے کا حق نہیں پہنچتا یہاں تک کہ ہم تمہارا دفاع کریں"۔

(ب) امام ابو یوسفؒ کتاب الخراج میں ایک صلح نامہ کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

وعلى أن يحقنوا لهم دماءهم وعلى أن يقاتلوا من ناوأهم من عدوهم ويذبوا عنهم، فأدوا الجزية إليهم على هذا الشرط...... فافتتحت الشام كلها والحيرة إلا أقلها على هذا[41]

"یہ طے ہوا تھا کہ ان کی جان محفوظ رہے گی اور اگر کوئی دشمن ان پر حملہ کرے تو اس سے جنگ کر کے ان کا دفاع کیا جائے گا۔ اس شرط پر وہ انہیں جزیہ ادا کریں گے ...... سارا شام اور تھوڑے علاقہ کو چھوڑ کر پورا حیرہ اسی شرط پر فتح ہوا تھا۔

اسلامی تاریخ میں ایسی مثالیں بھی ملتی ہیں کہ جب مسلمانوں نے یہ محسوس کیا کہ وہ ذمیوں کی حفاظت نہیں کر سکتے تو انہوں نے غیر مسلموں سے لیا ہوا تمام جزیہ واپس کر دیا[42]

تاریخ سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ اگر ذمی بخوشی مسلمانوں کے ساتھ مل کر حملہ آوروں کے ساتھ جنگ کرنے کے لیے تیار ہوئے تو ان سے جزیہ ساقط کر دیا گیا۔

چنانچہ ابن جریر طبری نے اپنی تاریخ میں نقل کیا ہے کہ آرمینیا کے نواحی علاقہ "الباب" کے گورنر سراقہ بن عمرو سے وہاں کے بادشاہ نے مطالبہ کیا کہ ان کا جزیہ معاف کر دیا جائے۔ وہ ان کے دشمن کے مقابلے میں ان کے ساتھ شانہ بشانہ صف بستہ ہو کر کھڑے ہوں گے اور ان کے ساتھ جنگ کریں گے۔ سراقہ نے اس کا یہ مطالبہ منظور کر لیا اور اس کی اطلاع امیر المؤمنین حضرت عمرؓ بن خطاب کی خدمت میں لکھ بھیجی آپ نے اس کی منظوری بھی دی اور اس کی تحسین بھی کی[43]

علامہ یاقوت حموی نے معجم البلدان میں لکھا ہے:

"ولى ابوعبيده انطاكيه حبيب بن مسلمه الفهرى

وغزا الجرجومة وصالحه اهله على ان يكونوا اعوانا للمسلمين وعيونا ومسالح فی جبل اللکام وان لا يوخذوا بالجزية ؎۴ "

" ابوعبیدہ نے حبیب بن مسلمہ فہری کو انطاکیہ کا والی بنایا۔ انہوں نے جرجومہ پر حملہ کیا۔ ان لوگوں نے ان شرائط پران کے ساتھ صلح کی دشمن کے مقابلہ میں وہ مسلمانوں کے مددگار رہوں گے۔ دشمن کی جاسوسی کریں گے۔ بشرطیکہ ان سے جزیہ وصول نہ کیا جائے "

چنانچہ آپ نے اس شرط پران سے صلح کرلی ۔

حوالہ جات

۱ ۔ ابوجعفر محمد بن جریر طبری، "جامع البیان عن تاویل آی القرآن" ج ۱۰ ص ۶۸

۲ ۔ ابوبکر محمد بن عزیز سجستانی "غریب القرآن عرف نزہتہ القلوب"

۳ ۔ ابویوسفؒ، یعقوب بن ابراہیم "کتاب الخراج" ص ۱۳۳

۴ ۔ ابوبکر محمد بن احمد بن سہل السرخسی "المبسوط" ج ۱۰ ص ۷۷

۵ ۔ جمال الدین محمد بن مکرم بن منظور" لسان العرب" ج ۱۸ ص ۱۵۹

۶ ۔ قرآن، سورۃ التوبہ، آیت : ۲۹

۷ ۔ ابوعبید، کتاب الاموال (ترجمہ) (مترجم) عبدالرحمن طاہر سورتی

۸ ۔ ابوعبداللہ محمد بن ابی بکر المشہور بابن قیم الجوزیۃ احکام اہل الذمہ ج ۱ ص ۲۶

۹ ۔ ایضاً

۱۰ ۔ ایضاً

۱۱ ۔ ابویوسف، یعقوب بن ابراہیم "کتاب الخراج" ص ۱۳۲

۱۲ ۔ ابوعبید، کتاب الاموال (ترجمہ) (مترجم) عبدالرحمن طاہر سورتی ص ۵۹

۱۳ ۔ ابویوسفؒ یعقوب بن ابراہیم، کتاب الخراج، ص ۱۳۳، ۱۳۴

۱۴ ۔ ایضاً، ص ۱۳۲

۱۵ ۔ ابوعبید، کتاب الاموال (ترجمہ) (مترجم) عبدالرحمن طاہر سورتی ص ۷۵

۱۶ ۔ ابو یوسفؒ، یعقوب بن ابراہیم "کتاب الخراج" ص ۱۳۱
۱۷ ۔ ایضاً
۱۸ ۔ ایضاً ، ص ۱۳۹
۱۹ ۔ ابو عبداللہ محمد بن ابی بکر المشہور بابن قیم الجوزیۃ "احکام اہل الذمّہ" ج ا ص ۳۹
۲۰ ۔ ایضاً ، ص ۵۷
۲۱ ۔ ابو عبید ، کتاب الاموال (ترجمہ) (مترجم) عبدالرحمٰن طاہر سورتی ص ۷۱، ۷۲
۲۲ ۔ ابو یوسفؒ، یعقوب بن ابراہیم "کتاب الخراج" ص ۱۳۲
۲۳ ۔ ایضاً
۲۴ ۔ ایضاً
۲۵ ۔ ایضاً ، ص ۸۰
۲۶ ۔ یحییٰ ابن آدم القرشی ، "کتاب الخراج" ص ۷۷
۲۷ ۔ ابو یوسفؒ ، یعقوب بن ابراہیم "کتاب الخراج" ، ص ۱۵۰
۲۸ ۔ ابو عبداللہ محمد بن ابی بکر المشہور بابن قیم الجوزیۃ "احکام اہل الذمّہ" ج ا ص ۶۰
۲۹ ۔ ابو یوسفؒ ، یعقوب بن ابراہیم "کتاب الخراج" ص ۱۳۲
۳۰ ۔ ابو عبید ، کتاب الاموال (ترجمہ) (مترجم) عبدالرحمٰن طاہر سورتی ص ۶۱
۳۱ ۔ ابو یوسفؒ ، یعقوب بن ابراہیم ، کتاب الخراج ص ۱۳۶
۳۲ ۔ ابو یوسف ، یعقوب بن ابراہیم "کتاب الخراج" ص ۱۳۴
۳۳ ۔ ایضاً ، ص ۱۲۳
۳۴ ۔ ایضاً
۳۵ ۔ ایضاً ، ص ۱۳۵
۳۶ ۔ ابو یوسفؒ ، یعقوب بن ابراہیم "کتاب الخراج" ص ۲۷
۳۷ ۔ ایضاً ، ص ۱۵۵ ، ۱۵۶
۳۸ ۔ مقالات شبلی ج ا مضمون الجزیہ ص ۲۳۸

۳۹ - ابوعبداللہ محمد بن ابی بکر المشہور بابن قیم الجوزیہ "احکام اہل الذمہ" ج ۱ ص ۴۹

۴۰ - ابوجعفر محمد بن جریر طبری، تاریخ الامم والملوک ج ۴ ص ۱۶

۴۱ - ابویوسفؒ، یعقوب بن ابراہیم "کتاب الخراج" ص ۱۴۹

۴۲ - ایضاً، ص ۱۵۰

۴۳ - ابوجعفر محمد بن جریر طبری، تاریخ الامم والملوک ج ۵

۴۴ - یاقوت حموی "معجم البلدان"، ج ۲ ص ۱۲۳